www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر و نظر

"عورتوں کے حقوق" کے نام پر

مورخہ ۱۳- نومبر ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "پاکستان" میں "عورتوں کے حقوق" کے عنوان سے محترمہ عاصمہ جہانگیر کا مضمون نگاہ سے گزرا۔ مذکورہ مضمون میں "عورتوں کے حقوق" کے تذکرے کے سوا بہت کچھ تھا۔ مضمون کا آخری نصف حصہ قابل توجہ ہے۔ جس میں محترمہ نے عورتوں کے متعلق مقدمات میں عدالت عالیہ اور عدالت عظمیٰ کے طریقہ کار اور رویوں کا بزعم خویش موازنہ کرنے کے بعد یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ہائی کورٹ نے سماجی اقدار سے متاثر ہو کر مردوں کے "حق" میں فیصلہ جات صادر کئے جبکہ سپریم کورٹ نے انتہائی ترقی پسندانہ "اپروچ" کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مقدمات کی اپیل میں عورتوں کے حق میں فیصلے صادر فرما کر اس "ناانصافی" کا ازالہ کردیا۔

۲- محترمہ عاصمہ جہانگیر کی وجہ شہرت "عورتوں کے حقوق" کی بازیابی کے لئے ان کی "ان تھک" جد وجہد ہے۔ ان کی سرگرمیوں کا دائرہ کار "بین الاقوامی" رنگ اختیار کیے ہوئے ہے۔ اگرچہ پاکستان میں ان کی سرگرمیوں کو اسلام اور سماجی اخلاقیات سے متصادم ہونے کی وجہ سے پذیرائی نہیں مل سکی البتہ "مغرب" نے ان کی "خدمات کے اعتراف" میں انہیں بجا طور پر "ایوارڈ" سے نوازا ہے جس کے بعد اسلام، سماجی اقدار، اور مسلم سماجی روایات کے خلاف ان کی "جرات گفتار" میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ حال ہی میں چند گمراہ اور گھر سے نکلی ہوئی لڑکیوں کو "دستک" میں پناہ دے کر جو "نیک نامی" کمائی ہے، اس کے بعد عورتوں کے حقوق کے بارے میں ان کی "تشویش" کے متعلق شدید شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ ہائی کورٹ میں زیر سماعت ایک مقدمے میں انہوں نے لاکھوں روپے خرچ کر کے یہ ثابت کردیا ہے کہ انہیں اسلام دشمن مغرب لابی کی مالی سرپرستی حاصل ہے۔ اس طرح کے مقدمات کی ذرائع ابلاغ میں تشہیر کے ذریعے وہ اپنے سرپرستوں کو اطمینان دلانے کی کوشش میں مصروف نظر آتی ہیں کہ ان کی "سرمایہ کاری" بے نتیجہ نہیں رہی۔ انہوں نے پاکستانی ذرائع ابلاغ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مذکورہ مقدمے کو بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

این۔ این"، بی۔ بی۔ سی اور دیگر مواصلاتی اداروں کے ذریعے بھی اچھالا۔ صائمہ وحید کیس کے متعلق تصاویر اور تحریری دستاویزات کو برطانیہ کے ایک معروف اخبار (ٹائمز) کو ارسال کیا۔ اس بارے میں پراپیگنڈہ کا مقصد دنیا کو یہ بتلانا تھا کہ پاکستان میں عورتوں پر "شدید ظلم" کیا جارہا ہے اور بین الاقوامی لابی کے ذریعے "پریس ٹرائیل" شروع کر کے زیر سماعت مقدمات میں عدالت عالیہ کے فاضل ججوں کو متاثر و مرعوب کرنا تھا۔

۳۔ جب سے لاہور ہائی کورٹ نے والدین کی رضامندی کے بغیر کسی لڑکی کے نکاح کو باطل قرار دینے کا فیصلہ سنایا ہے، موصوفہ کی بے چینی اور اضطراب میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ ہائی کورٹ کی طرف سے قرآن وسنت، اسلامی فقہاء کی آراء اور معروف ومسلمہ سماجی وتہذیبی اقدار کی روشنی میں دیا گیا فیصلہ مغربی تہذیب سے متاثر خواتین کے لئے بوجوہ "ناقابل برداشت" تھا۔ محترمہ عاصمہ جہانگیر نے مذکور مضمون میں یہ بلند بانگ دعویٰ کیا ہے کہ ان کی تحریک کی وجہ سے صدر ضیاء الحق مرحوم نفاذ اسلام یا ملاؤں کی حکومت قائم کرنے کے "عورت دشمن" اقدام سے باز رہے۔ ہائی کورٹ کے محولہ بالا فیصلے نے ان کی انا کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے اور اس میں انہیں اپنی تذلیل اور شکست نظر آئی۔ اس تاریخی فیصلے سے ان کا اپنے مغربی محسنوں کی نگاہ میں بھی وقار مجروح ہوا ہے چونکہ ابھی تک وہ انہیں باور کراتی آئی تھیں کہ ان کے ہوتے ہوئے پاکستان میں "عورتوں کے خلاف" کوئی قانون سازی ہو سکتی ہے نہ عدالتیں کوئی فیصلہ دے سکتی ہیں۔ دوم یہ کہ یہ فیصلہ "مغرب کے ایجنڈے" کے نفاذ کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے۔ عورتوں کی آزادی کے نام پر خاندانی نظام کی دھجیاں بکھیرنے کا جو "مغرب" نے پروگرام وضع کیا ہے، اس کی پیروی محترمہ عاصمہ جہانگیر اور ان کی ہم قدم "روشن خیال" خواتین کا مقصود اول ہے۔ لہٰذا ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف "دہائی" ان کی طرف سے متوقع ردعمل ہے۔

۴۔ صائمہ وحید کیس کے متعلق طرفین کے دلائل سننے کے بعد، لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ نے اپنا فیصلہ محفوظ رکھا ہوا ہے، جس کا اعلان کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔ یہ فیصلہ جہاں پاکستانی معاشرے میں نکاح کے دوران لڑکی اور اس کے والدین کے قانونی کردار کا تعین کرے گا، وہاں مغربی سرمائے کے بل پر سرگرم بعض خواتین کی نام نہاد انجمنوں کا مستقبل بھی اس سے کسی حد تک وابستہ ہے۔ "عورتوں کے حقوق" کے عنوان سے لکھے گئے مضمون میں محترمہ عاصمہ جہانگیر نے جس طرح سارا زور قلم عدالتی مقدمات اور عدلیہ کے ججوں کے رویے کے بارے میں صرف کیا ہے، اس سے ان کے حقیقی محرکات اور ارادوں کو سمجھنا بہت مشکل نہیں ہے۔ ان کے بے ربط اور منتشر خیالات کے حامل مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی خواہش نفس کے مطابق فیصلے کے متعلق زیادہ پر امید نہیں اور اب ان کی امیدوں کا محور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومرکز سپریم کورٹ ٹھہرے گی جس کے متعلق متوقع ہمدردی اور نرم دلی کے حصول کی کاوشوں کا آغاز انہوں نے ابھی سے کر دیا ہے۔

۵۔ مذکورہ مضمون میں مصنفہ کی طرف سے یہ خیال کہ "جب کبھی عورتوں کو آزادی دینے کے لئے تنازعات ابھریں تو عدالتیں ایسا کرنے سے انکار کر دیتی ہیں" عدلیہ کے محترم وباوقار ادارے پر صریحاً الزام تراشی کے مترادف ہے۔ اس سے انہوں نے یہ تاثر ابھارنے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کی اعلیٰ عدالتیں متعصب، جانبدار اور جاگیردارانہ معاشرے کی ظالمانہ اقدار کی محافظ ہیں۔ محترمہ کا یہ "سوئے ظن" توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے۔ محترمہ نے جن دو مقدمات کا ذکر کیا ہے ان کے معروضی حالات وپس منظر اور حقائق وشواہد اس بات کے متقاضی ہوں گے جس طرح عدالت عالیہ نے فیصلہ صادر کیا۔ سپریم کورٹ کی طرف سے ہائی کورٹ کے کسی فیصلے کے خلاف حکم کو ضروری طور پر ہائی کورٹ کے فاضل جج کی معدلت گستری کے خلاف دلیل کے طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں محترمہ نے محض دو مقدمات کا ذکر کیا ہے جن کو وہ اپنی بے بنیاد الزام تراشی کی بنیاد بنا سکی ہیں۔ آخر وہ ان ہزاروں مقدمات کو کیوں فراموش کر گئی ہیں جن میں ہائی کورٹ نے متاثرہ خواتین کے حق میں فیصلے دیے۔ صائمہ کیس میں بحث کرتے ہوئے خود محترمہ عاصمہ جہانگیر نے فاضل عدالت کو تقریباً چالیس مقدمات کی فہرست پیش کی جن میں عدالتوں نے عورتوں کے حق میں فیصلے دیئے تھے۔ اسلام نے عورت کو خلع کا حق دیا ہے لیکن اسے بعض شرائط سے مشروط بھی کر دیا ہے۔ بعض اوقات خلع عورت کی شخصی بہبود اور خاندانی مصلحت کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ معمولی رنجشوں کے نتیجے میں بہت بڑے فیصلے بعض اوقات عمر بھر کا پچھتاوا بھی بن جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے فاضل مصنفہ عورتوں کی بے قید آزادی کے جوش میں دیگر مصلحتوں اور حکمتوں پر غور کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں ہیں۔

۶۔ محترمہ عاصمہ جہانگیر کا قرآن وسنت کی آئینی حیثیت سے انکار اور مذہب بیزاری کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اسلامی شریعت کی توہین ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ صائمہ وحید کیس میں صائمہ کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے انہوں نے فاضل عدالت کے سامنے بیانگ دھل کہا کہ وہ کسی قرآن وسنت یا اخلاق کی بنیاد پر عورتوں کے ذاتی حقوق کے فیصلے کی قائل نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے دلائل کے دوران بار بار اس بات پر زور دیا کہ مذکورہ مقدمہ کا فیصلہ محض مروجہ قانون اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی چارٹر کی روشنی میں کیا جائے۔ ان کے معاون وکیل ڈاکٹر عبدالباسط تو ایک سوال کے جواب میں سماجی اخلاقیات کی مذمت میں اس حد تک آگے نکل گئے کہ انہوں نے فاضل عدالت کو بتایا کہ انہیں اصولی طور پر ایک مرد کی دوسرے مرد کے ساتھ "شادی" پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جب فاضل جج نے ان سے استفسار کیا کہ جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کسی اخلاقی قدر پر یقین نہیں رکھتے تو پھر ماں بہن کے ساتھ انہیں نکاح کرنے میں آخر کون سا امر مانع ہے۔ اس پر موصوف سے کوئی جواب نہ بن پڑا وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ پاکستان کے آئین کے مطابق کوئی بھی قانون یا ضابطہ جو اسلامی شریعت سے متصادم ہو، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لیکن یہ اصولی بات تسلیم کرنے کیلئے وہ تیار نہیں کیونکہ اسلام اور مذہب کا نام سن کر انہیں شدید دھچکا لگتا ہے۔

۷۔ عاصمہ جہانگیر صاحبہ نے تحریر کیا ہے کہ "پاکستان ایک جاگیردارانہ معاشرہ ہے جہاں عورتوں کو کنبوں اور قبیلوں کی ملکیت سمجھا جاتا ہے"..... اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستانی معاشرے میں بعض اوقات بعض مردوں کی مخصوص سوچ کی وجہ سے عورتوں کو ناروا سلوک سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ لیکن اس سے یہ تاثر لینا کہ عورتوں کو کنبوں اور قبیلوں کی ملکیت سمجھا جاتا ہے، محض ایک جذباتی ہیجان خیزی ہے۔ پاکستان کے دیہات میں ماں بہن کی ناموس اور آبرو کا تحفظ جس شدت سے کیا جاتا ہے، اس کا مغربی معاشرے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ عورت ماں ہو، بہن ہو یا بیوی، اس کی ناموس کی خاطر جان لڑانا اب بھی مردانگی کی اعلیٰ قدروں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان میں اب بیٹیوں کی تعلیم کے بارے میں مثبت رویہ پایا جاتا ہے، ان کی شادی کے موقع پر ہر باپ زیادہ سے زیادہ جہیز کا بندوبست کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آج بھی پاکستانی خواتین کی عظیم اکثریت اپنے اپنے خاندانی ماحول میں خوشی سے رہ رہی ہیں۔ انہیں گھریلو معاملات میں بہت حد تک برتر حیثیت حاصل ہے۔ مجھے یقین ہے پاکستان کی خواتین کی اکثریت مغرب زدہ بیگمات سے زیادہ خوش و خرم زندگی بسر کررہی ہے۔ وہ اس "آزادی" کی ہرگز خواہاں نہیں جو انہیں باپ کی شفقت، بھائی کے مان، اور خاوند کے پیار سے محروم کردے۔

۸۔ موصوفہ نے مذکورہ مضمون میں اس بات پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان میں "قانون کی تشریح اکثر سماجی اقدار کی عکاسی کرتی ہے" وہ پیشہ کے اعتبار سے وکیل ہیں، ہمیں ان کی اس حیرت پر حیرت ہے۔ دنیا کا کون سا ایسا معاشرہ ہے جہاں قانون کی تشریح کے دوران عدالتیں سماجی اقدار کو نظرانداز کردیتی ہیں۔ انسانی معاشرے اور اس کے سیاسی و سماجی اداروں کے ارتقاء کی تاریخ کے متعلق معمولی علم رکھنے والا ہر فرد اس مسلمہ حقیقت سے آگاہ ہے کہ سماجی اقدار قانون کے بنیادی ماخذوں میں سے ایک ہے۔ قانون کا بنیادی کردار ان سماجی اقدار کے تسلسل کو یقینی بنانا ہے جنہیں صدیوں کے عمل کے دوران سماج کے لئے مفید اور مستحسن سمجھا جاتا ہے اور جن کی افادیت پر معاشرے کی عظیم اکثریت ایمان رکھتی ہے۔ برطانوی قانون کا بیشتر حصہ اب بھی "رواجات" اور سماجی اقدار پر مبنی ہے۔ سماجی اقدار سے متصادم قانونی ڈھانچے کو کوئی بھی معاشرہ قبول نہیں کرتا ہے۔ کوئی بھی ایسا قانون جو سماجی اقدار سے ٹکراتا ہو، اس کے نفاذ میں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عالمی سطح پر عدالتیں اپنے فیصلوں میں سماجی اقدار کو بطور ماخذ کے قبول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہیں۔ تعجب ہے کہ محترمہ عاصمہ جہانگیر پاکستان کے معاملہ میں یہ غیر منطقی اور غیر عقلی اعتراض کیسے وارد کرسکتی ہیں؟ ۱۹۵۵ء میں لاہور ہائی کورٹ نے درست ہی قرار دیا۔ "عدالتیں خلاء میں کام نہیں کرتیں۔ انہیں معاشرے کے سماجی و اخلاقی ماحول کا صحیح نوٹس لینا چاہئے"

۹۔ اگر اپنے مخصوص سماجی اور فکری پس منظر کی بناء پر چند پاکستانی خواتین نے مغربی تمدن کی چکاچوند روشنی سے متاثر ہو کر اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھال لیا ہے اور مغربی ثقافتی استعماریت کو قبول کرلیا ہے تو وہ اپنے انفرادی طرز عمل میں آزاد ہیں۔ انہیں بزعم خویش پاکستان کی کروڑوں خواتین کی ترجمان بننے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہزاروں اسلام پسند خواتین ہائی کورٹ کے حالیہ فیصلے کے حق میں جلوس نکال کر مغرب زدہ خواتین کی فکر سے نفرت کا اظہار کرچکی ہیں۔ میں نہایت ادب سے استفسار کروں گا کہ وہ کون سی عورتیں ہیں جن کی نمائندگی کے شرف پر محترمہ عاصمہ جہانگیر نازاں ہیں۔ آخر انہوں نے یہ کیسے فرض کرلیا ہے کہ پاکستانی خواتین مغربی معاشرے کی بے قید آزادی کے لئے ترساں ہیں۔

۱۰۔ والدین اور اولاد کے درمیان شفقت و محبت، عزت و احترام اور روحانی وابستگی کا جو مقدس رشتہ قائم ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے نکاح کے بارے میں والدین کی رضامندی و شرکت پر اس قدر احتجاج باعث تاسف ہے۔ انتہائی استثنائی صورت میں یہ بات بعید از امکان نہیں، لیکن والدین کی اکثریت کے بارے میں یہ خیال پیش کرنا کہ وہ شادی کے متعلق لڑکی پر ظلم کرتے ہیں، یہ بات سماجی روایات اور عملی مشاہدے کے خلاف ہے۔ ایک بالغ کنواری لڑکی کے نکاح کے متعلق ولی کی اجازت کی شرط عائد کرکے اسلام نے والدین کے موثر کردار کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور سماجی ناہمواری اور جنسی انارکی کے اس سیلاب کے سامنے بند باندھا ہے جس کی تباہ کاریاں مغربی خاندانی نظام کا جنازہ نکال چکی ہیں۔ والدین کی رضا مندی لڑکی کے لئے سماجی انشورنس کی حیثیت رکھتی ہے جو کسی بھی ازدواجی زندگی کے حادثے کی امکانی صورت میں تحفظ مہیا کرتی ہے۔

۱۱۔ رواں صدی کے آغاز میں عورتوں کو ترفع (Emanicipation) عطا کرنے کے نعرے پر یورپ میں جو تحریک شروع ہوئی تھی، وہ بیسویں صدی کے اختتام پر بالآخر عورت کو ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینکنے پر منتج ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ گھریلو زندگی کے تقدس مآب ماحول سے نکل کر وہ مرد کی گھٹیا شہوت رانی اور جنسی ہوسناکی کی تسکین کا ذریعہ بن چکی ہے۔ اخلاقی اقدار کی چادر کو پھینک دینے کے بعد اب وہ "بے لباسی" کو عورت (چھپی ہوئی چیز) کی آزادی اور فیشن پرستی کی علامت سمجھتی ہے۔ "ظالم مرد" کے "بہیمانہ استحصال" سے چھٹکارا پانے کی خواہش نے بالآخر اسے مرد کی دلکش فریب کاری کے نئے پھندوں میں الجھا دیا ہے۔ مرد کی جنسی تسکین کے لئے جو کام پہلے وہ با مرمجبوری کرتی تھی، آج وہی فرائض وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"آرٹسٹ" کے دل فریب اعزاز سے مزین ہو کر ادا کرنے میں مسرت محسوس کر رہی ہے۔ مرد کی "داشتہ" کا کردار اس کے لئے ذلت کا باعث تھا، لیکن آج وہ "سیکرٹری" بن کر تقریباً وہی کام احساس تفاخر کے ساتھ انجام دے رہی ہے۔ یورپ کی عورت کا شباب جمال پرور مخلوط مجالس میں داد عیش دیتے گذرتا ہے اور بڑھاپا "اولڈ ھوم" کی وحشت ناک تنہائی میں ایڑیاں رگڑتے گذرتا ہے۔ وہ عورت جس کی جوانی نائٹ کلبوں میں مردوں کی باہوں میں گذری ہے جب مرتی ہے تو اس کی لاش کو اپنے بیٹوں کا کندھا نصیب نہیں ہوتا۔ افسوس کہ عورت مرد کے استحصال کی اس نئی صورت کا صحیح ادراک نہیں کر سکی۔

۱۲۔ "تحریک آزادی نسواں" نے ایک اور غضب یہ ڈھایا ہے کہ مرد و زن کے درمیان صدیوں سے قائم الفت و مودت کے رشتے میں رخنہ پیدا کر دیا ہے۔ مردوں کے خلاف یکطرفہ زہریلے پراپیگنڈے نے دونوں جنسوں کے درمیان باہمی اعتماد کی فضا کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ 1995ء میں "نیوز ویک" کے کسی شمارے میں امریکن یونیورسٹی کی ایک خاتون پروفیسر کا خط چھپا تھا جس میں انہوں نے شکایت کی تھی کہ آج سے چالیس برس قبل جب انہوں نے تحریک آزادی نسواں کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا تھا، اس وقت ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عورت اپنی جدوجہد میں اکیلی رہ جائے گی۔ انہوں نے کہا یہ ہم نے نہیں سوچا تھا کہ مرد (خاوند) کے خلاف جدوجہد کے نتیجے میں بالآخر وہ اپنے باپ اور بھائیوں کی اخلاقی امداد سے بھی محروم ہو جائے گی، مرد کے مبینہ ظلم و ستم کا اس قدر مبالغہ آمیز طریقے سے پراپیگنڈہ کیا گیا کہ شادی سے پہلے ایک عورت کا مرد کے بارے میں تصور ایک وحشی انسان کا ہوتا ہے۔ مرد کے خلاف بغاوت کا رجحان اس کی فطرت میں شامل ہو جاتا ہے۔ ایسی صورتحال میں ازدواجی تعلق تادیر کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ یورپ میں طلاق کی خطرناک شرح کے پس پشت یہی جذبات کارفرما ہیں۔

۱۳۔ یورپ کی تحریک "آزادی نسواں" اپنے نتائج و عواقب کے اعتبار سے "سازش بربادی نسواں" معلوم ہوتی ہے۔ مرد اپنے جنسی اور جبلی تقاضوں کی ہیجان خیزیت کی بناء پر ابتدائے آفرینش سے اس گوہر نایاب (عورت) کو قبضہ قدرت میں لینے کی سعی پیہم میں مصروف رہا ہے۔ گھر کی چار دیواری ہمیشہ اس کے مذموم عزائم کی تکمیل میں رکاوٹ رہی ہے۔ اس نے تہذیب جدید اور ترقی پسندی کے نعروں سے لبھا کر بالآخر اسے چار دیواری کے باہر کھینچ لانے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ گھر سے نکل کر آج عورت اپنے تشخص سے محروم ہے۔ عفت و عصمت، ماں کی ممتا، بچوں کی دیکھ بھال، گھر کی ملکہ، نرم و نازک، صنف لطیف اور اس طرح کی دیگر تراکیب کا ذکر یورپ کی عورت کے ذکر کے ساتھ تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ وہ عورت جس نے مرد کی تنخواہ کو مرد کی برتری کا ہتھیار سمجھتے ہوئے خود کو ملازمت کے جھمیلوں میں ڈالا تھا، آج بے باپ کے بچوں کی ماں بن کر حکومتی ویلفیئر گرانٹ کے ٹکڑوں پر پلنے پر مجبور ہے۔ مرد عورت کو اپنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہوانی درندگی کا نشانہ بناتے ہوئے تخم ریزی کے بعد رفو چکر ہو جاتے ہیں اور کسی اور کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں، اور عورت اس حیوانیت کے نتائج بھگتنے کے لئے بے سروسامانی و بے بسی کی تصویر بن کر اپنی فطری سادگی کا ماتم کرتے رہ جاتی ہے۔ مادہ پرستانہ اور جسم پرستانہ تہذیب نے عورت کو اخلاق، سیرت و کردار پر توجہ دینے کی بجائے بازاری حد تک جسمانی دلکشی کو قائم رکھنے پر مجبور کر دیا تاکہ وہ مرد کی کشش کا باعث بنی رہے، اپنے فطری جمال پر قناعت کرنے کی بجائے اس نے مصنوعی میک اپ کے لیپ چڑھا کر شمع محفل بننا چاہا، نتیجہ بالآخر یہ ہوا کہ اس نے زہریلے کیمیکل سے اپنے حسن کو اپنے ہی ہاتھوں سے غارت کر دیا۔ اب وہ ایک مسترد شدہ "چڑیل" قرار دے دی گئی۔ روح تو پہلے ہی فنا ہو چکی تھی، جسم بھی نمونہ عبرت بن گیا۔ مغربی مدنیت کے فساد نے شروع میں عورت کو گھر سے نکال کر بچوں کی "ماں کی ممتا" سے محروم کیا اور بعد میں بغیر نکاح کے صنفی تعلق کو جواز عطا کر کے انہیں "باپ کی شفقت" کی لطف بار نعمتوں کے تصور سے بھی محروم کر دیا۔ مرد و زن کے درمیان تعلق کی صورت بدلنے سے یورپ میں خاندان کا ادارہ عہد رفتہ کی یادگار بن گیا ہے۔ باپ کی شفقت اور تربیت سے محروم نئی نسل شدید نفسیاتی الجھنوں میں مبتلا ہے۔ یہ تھے مغربی تہذیب کے بھیانک نتائج جس کا نقشہ حضرت علامہ اقبال کی چشم بصیرت افروز نے دیکھ لیا تھا اور وہ پکار اٹھے تھے:

"میں اس خیال سے لرزہ براندام ہو جاتا ہوں کہ عورتیں قوت لایموت کا خود بندوبست کریں اس طرز عمل سے نسائیت کا جوہر تباہ و برباد ہو جائے گا" (۱۹۳۳ء۔ مضمون: لورپول پوسٹ) ——— "مقالات" میں انہوں نے تحریر کیا:

"مغربی دنیا میں نفسانفسی کا ہنگامہ گرم ہے اور غیر معتدل مسابقت نے ایک خاص قسم کی اقتصادی حالت پیدا کر دی ہے۔ عورتوں کا آزاد کیا جانا ایک ایسا تجربہ ہے جو میری دانست میں بجائے کامیاب ہونے کے الٹا نقصان رساں ثابت ہوگا اور نظام معاشرت میں اس سے بیحد پیچیدگیاں واقع ہو جائیں گی" (صفحات: ۱۳۶) مزید حوالہ (تحریک آزادی نسواں پر اقبال کی تشویش، از، ڈاکٹر عبدالغنی فاروق، نوائے وقت ۹ نومبر ۱۹۹۶ء)

۱۴۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ امریکہ و یورپ میں خاندانی نظام کی بحالی کے متعلق صدائیں بلند ہو رہی ہیں حالیہ امریکی انتخابات میں صدر بل کلنٹن نے خاندانی ادارے کی بحالی کی ضرورت پر مسلسل زور دیا اور ان کی اس پالیسی کو ان کی فتح کی اہم وجہ قرار دیا جا رہا ہے لیکن ہمارے ہاں خاندانی نظام کی دھجیاں بکھیرنے کے لئے فضا کو ہموار کیا جا رہا ہے۔ ہمیں یورپ کے تجربے سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

محمد عطاء اللہ صدیقی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ